شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ
رحیمیہ
لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت
صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

فروری 2010ء / محرم، صفر ۱۴۳۱ھ | رجسٹرڈ نمبر R-123 | جلد نمبر 2 ، شمارہ نمبر 2 | قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے | سالانہ ممبرشپ: مبلغ 150 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن از حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ 2
درسِ حدیث.............ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن 2
اداریہ...........................مدیرِ اعلیٰ 3
خطبہ جمعۃ المبارک.........مفتی عبدالخالق آزاد 4
رفتارِ کار...........عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ 6
ایک نظم.............مولانا فاروق حسین صابر 6
دینی مسائل..............مفتی عبدالغنی قاسمی 7
خطاب حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی 8

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

کا مدرسہ فیض ہدایت درخانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے طلباء سے خطاب!

میرے دوستو! قرآن حکیم کی تعلیم محض کاروبار یا دنیاوی مفاد کی تعلیم نہیں ہے، اس لیے اس کو پڑھتے ہوئے غلبۂ دین کا نظریہ اختیار کرو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب پڑھنا اور پڑھانا دنیا کے لیے ہوگا تو یہ قیامت کی علامت ہے''۔ اگر ہم اس علم کو صرف ذریعۂ معاش بنائیں گے تو درحقیقت ہم قیامت کو قریب لائیں گے۔

میرے عزیز دوستو! آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین کو سیکھنے کے لیے نکلے ہیں، تمہارا نظریہ صحابۂ کرامؓ والا ہونا چاہیے، تمہارا نظریہ ان علمائے حق جیسا ہونا چاہیے جو کہ صحابۂ کرامؓ کے مشن پر جدوجہد کرتے رہے ہیں، کثرت کو مت دیکھو، کثرت تو باطل کی ہوتی ہے، قرآن نے کہا کہ: (اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ) ان میں سے اکثر عقل وشعور نہیں رکھتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج سارے مسلم ممالک پر امریکی سامراج کا غلبہ ہے، ان کا نظام چل رہا ہے، وہاں ان طاقتوں کا نظریہ پھیل رہا ہے، وہ ضرورت کے وقت مذہب کو بھی اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں لیکن دین کا مکمل غلبہ اور اس کا سیاسی نظریہ نہیں چلنے دیتے۔

میرے دوستو! آج اللہ کا شکر ہے کہ آپ اُس خانقاہ سے وابستہ ہیں جس کا نظریہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ والا ہے، آپ دیکھیں کہ اس خانقاہ میں تھانہ بھون اور شاملی کے جہادِ آزادی کا نظریہ موجود ہے۔ اس امانت کی حفاظت کرو! کثرت کی طرف نہ دیکھو!۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے نظریے اور مشن پر جو جماعت ہوگی وہ سچی ہوگی۔ یہ حضرات اگرچہ کم تھے لیکن ان کا نظریہ درست تھا۔

(اقتباس خطاب: مؤرخہ 29 اکتوبر 2009ء، بروز جمعرات)

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی	(چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی	(لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری	(پیر جو گوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد	(راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکارپور)

سالانہ ممبرشپ کی رقم ''ناظم دفتر'' کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔
پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔

شعبہ مطبوعات ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
برائے رابطہ: رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
فون: 0092-42-36307714/36369089
Web:www.rahimia.org

☆ رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

www.rahimia.org

دینِ اسلام پر شرحِ صدر

حضرت مولانا خواجہ عبدالحیؒ فاروقیؒ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨ (القرآن:۹۴)

ترجمہ: ''اے محمدؐ! کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا، بے شک کھول دیا، اور تم پر سے بوجھ بھی اُتار دیا، جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی، اور تمہارا ذکر بلند کیا، ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے، اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے، تو جب فارغ ہوا کرو، تو عبادت میں محنت کیا کرو، اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوجایا کرو''۔

دنیا میں زندہ رہنے کا حق صرف اسی جماعت کو حاصل ہے، جو اپنے مقاصد کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو، مگر یہ عظیم و جلیل فرض وہی شخص ادا کرسکتا ہے جو اس یقین و اذعان کے ساتھ میدانِ عمل میں قدم رکھے کہ ایسا کرنا میرا تقاضائے فطرت ہے، اور یہی میری زندگی کا اصلی مقصد ہے، گویا اس کی فطرت اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس آواز کو دنیا کے ہر گوشہ اور کونہ میں پہنچا دے، جب اس کی یہ حالت ہوگی تو کوئی بڑی سے بڑی رُکاوٹ اور مزاحمت اس کو راہِ حق سے منحرف نہ کرسکے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے کفار کی ہر خواہش کو جو رد کردیا تو اسی لیے کہ توحید کے سوا ان کی فطرت اور کسی چیز کو قبول ہی نہ کرسکتی تھی، جادوگر جب ربّ موسیٰ و ہارون پر ایمان لے آتے ہیں تو فرعون کی دھمکیاں ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کرسکتیں۔ یہی شرح صدر ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، اور جب تک کسی کام کے متعلق یہ کیفیت کسی شخص میں نہ پیدا ہو، وہ عزم راسخ، بلند ہمت اور استقلال و ثباتِ قدم سے کبھی بہرہ اندوز نہیں ہوسکتا۔ فرض کے ادا کرنے میں یہ سب سے بڑی رُکاوٹ ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل مخصوص سے رسول اللہؐ کی راہ سے اس کو دور کردیا۔

دوسری رُکاوٹ جو مبلغ حق اور داعی حریت کی راہ میں آتی ہے، وہ اُس کو اعوان و انصار کا نہ ملنا ہے، اکثر تحریکات جو فنا ہوجاتی ہیں تو صرف اسی لیے کہ ان کے بانیوں کو رُفقائے کار نہیں ملتے، جو اُن کے نصب العین کو اپنا مقصدِ حیات بنا کر اُس کی نشر و اشاعت میں سربکف کوشش کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ دنیا میں آئے تو آپ اَکیلے تھے، سرزمین عرب کے لیے آپ کی صدائے توحید ایک انوکھی اور غیر مانوس آواز تھی، آپ لوگوں کے پاس جاتے تھے، مگر ہر طرف سے انکار ہی انکار تھا، اور آپ ہر وقت حزین و ملول رہتے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس رُکاوٹ کو دور کردیا اور آپ کو بہترین اصحاب نوازش فرمائے، جنہوں نے اپنی تمام زندگیاں اور جائیدادیں آپ کی محبت اور آپ کے مقصد کی اشاعت میں قربان کردیں۔ تیسری رُکاوٹ یہی ہے کہ اگرچہ آپ کے مقاصد نہایت ہی شاندار اور بلند پایہ ہوں، لیکن اگر آپ کے نام سے لوگ واقف نہ ہوں، اور آپ نے اپنا شہرت کا جھنڈا بلند نہیں کیا، تو لوگوں کی حالت یہ ہے کہ آپ کی آواز پر کان تک نہ دھریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ رُکاوٹ بھی خدا نے دور کردی، خود آپ کی زندگی ہی میں عرب کا ہر شخص آپ کے حالات سے واقف تھا، اگرچہ ابتدائے کار میں رسول اللہؐ کو سخت تکالیف اور شدائد کا سامنا کرنا پڑا، مگر آخرکار ان سب دقتوں کے بادل چھٹ گئے اور رنج و غم کے بعد سرور و راحت کے ایام آگئے۔ پس کوئی شخص عارضی رُکاوٹ کی وجہ سے پریشانِ خاطر نہ ہو، اس لیے کہ خدا کا یہ دائمی وعدہ ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت کا آنا یقینی ہے۔

اُمت مسلمہ کے لیے ان آیات میں بہت بڑا درسِ عبرت و بصیرت ہے، وہ ان موجودہ ناگفتہ بہ حالات اور عالم اسلام کی بیچارگی سے گھبرا نہ جائیں، اس لیے کہ اسی ظلمت سے اُمید کی کرن نکلنے والی ہے، اور یہی تاریکیٔ شب صبح کے آنے کی خوش خبری دے رہی ہے۔ آیات زیر بحث میں اسی اَمر کی طرف توجہ دلائی کہ جب آپ تبلیغ رسالت کے فرائض سے فارغ ہوجایا کریں، تو فوراً خدا کی طرف رجوع کریں، اور اس کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کی اِمداد و اِعانت کے طالب ہوں کہ اُس کی نصرت و دست گیری کے بغیر کسی انسان کو کامیابی نصیب نہیں ہوسکتی۔

نفاق

سرمایہ پرستی اور جاہ طلبی کا شاخسانہ

ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن صاحب

عن عبداللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا، ومن کانت فیہ خصلۃ منھم کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا: اذا اؤتمن خان، واذا حدث کذب، و اذا عاھد غدر، واذا خاصم فجر. (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں جس میں ہوں گی وہ تو خالص منافق ہوگا اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک بات ہوگی، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے: (۱) جب اس کے پاس امانت رکھیں تو خیانت کرے (۲) اور جب بات کہے جھوٹ کہے (۳) اور جب عہد کرے دغا کرے (۴) اور جب جھگڑے تو حدود سے باہر نکل آئے''۔

نفاق: ظاہر و باطن میں عدم یکسانیت اور ان میں باہمی تعارض کا نام ہے، اس مخالفت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ باطن تو فاسد عقائد، ناپاک عزائم، کفر و عناد اور عداوت و دُشمنی کا آئینہ دار ہو، مگر ایسا شخص بظاہر اسلامی اعمال بجالاتا ہو، جیسا کہ زمانۂ نبوی کے منافقین کی حالت تھی، اس کو ''نفاق اعتقادی'' کہا جاتا ہے اور یہ بدترین کفر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ باطن تو درست ہے، یعنی عقائد اور خیالات تو درست ہیں لیکن ظاہری حالت ناقابل رشک ہے، مثلاً طرزِ عمل اور سماجی رویہ ناپسندیدہ اور غلط ہے، اس کو ''نفاق عملی'' کہا جاتا ہے، یہ گو کفر نہیں، فسق ضرور ہے، تاہم بسا اوقات یہ نفاق اس قدر شدید ہوتا ہے کہ بدعملی کی وجہ سے خیالات و نظریات میں بھی کجی پیدا ہوجاتی ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ایمان، فسق اور نفاق کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام انسانیت کے لیے عام تھی، اس لیے آپ کے دین میں ہر قسم کے لوگ داخل ہوئے، چنانچہ ان میں باہمی امتیاز کی ضرورت محسوس ہوئی، اس لیے آپ نے ایمان کی اقسام بیان کیں کہ وہ ایمان جس پر اَبدی کامیابی کا دار و مدار ہے وہ ہر قسم کے درست عقائد، نیک اعمال اور نیکی کرنے کی عادت اور بھلائی کے رویہ جسے ''ملکہ'' کہتے ہیں (جو صالح معاشرتی ماحول سے پیدا ہوتا ہے) پر مشتمل ہے اور اگر اس میں قلبی تصدیق نہیں ہے بلکہ نظام اور قانون کی دباؤ سے اطاعت اور فرمانبرداری ہے تو وہ ''نفاق خالص'' ہے اور اگر تصدیق قلبی موجود ہے لیکن اعمال اس سے ہم آہنگ نہیں ہیں تو وہ ''فسق'' ہے یعنی اگر دل میں کھوٹ اور بدنیتی ہے اور اخلاق کا فقدان ہے اور طبیعت یا رسم (نظام وغیرہ) یا عقیدۂ بد کا حجاب انسان پر غالب آجاتا ہے اور وہ مال و زر، دنیوی ساز و سامان، خاندان اور اولاد کی محبت میں ہی مگن ہوجاتا ہے، جس کی بناء پر اس کے دل میں جزا و سزا کو دور اَز کار سمجھنے اور گناہوں پر جرأت کا ایک نامعلوم جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، گو وہ از روئے دلیل قابل اعتراف اُمور کا اقرار بھی کرتا ہے''۔ گویا فسق اور نفاق عمل میں فرق یہ ہے کہ اگر گناہ انسان کی عادت، طبیعت ثانیہ اور مستقل رویہ بن جائیں تو وہ نفاق عمل ہے، بصورت دیگر فسق ہے۔

اس حدیث میں جن معاشرتی خرابیوں کو علامات نفاق قرار دیا گیا ہے وہ درحقیقت سرمایہ پرستی اور جاہ طلبی کا شاخسانہ ہیں کہ جب کوئی شخص یا گروہ اپنی تمام تر دلچسپیوں کا مرکز مال و زر یا جاہ و اقتدار کو بنا لیتا ہے تو پھر یقیناً جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، منفی پروپیگنڈے اور دیگر ناجائز ذرائع سے اپنے مفادات کا حصول ہی اس کا مقصد قرار پاتا ہے اور اس کا مشاہدہ گرد و پیش کے ماحول میں بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ آج معاشرے کے بالادست طبقوں اور ان کی ریس کرنے والوں کے ہاں یہ معاشرتی خرابیاں کاروباری اصول تصور کی جاتی ہیں اور پھر ان اصولوں کو اس قدر کثرت سے سیاست، معیشت، معاشرت، حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بروئے کار لایا جاتا ہے کہ ان کے خلاف صدائے حق معاشرے میں اَجنبی محسوس ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات دقیانوسیت اور رجعت پسندی خیال کی جاتی ہے، لیکن اسلام کی نظر میں یہ نفاق، موقع پرستی، سرمایہ اندوزی اور انسانیت دشمنی پر مبنی رویہ ہے اور اس کا خاتمہ ہی معاشرے کو حقیقی ترقی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

اداروں کے تضادات اور فیصلوں کا بحران

سماجی تقاضوں کی تکمیل اور انہیں کماحقہ پورا کرنا اگرچہ کسی بھی سوسائٹی میں بسنے والے تمام انسانوں پر ایک لازمی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن جن اداروں پر قوم نے اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہو، یا وہ ادارے جنہیں عوام پر مسلط کر دیا گیا ہو، قومی ضرورت کے مطابق سماجی تقاضوں کی تکمیل کرنا، ان کے فرائض کی حیثیت رکھتا ہے، اگر قومی ادارے اپنے ان اجتماعی فرائض اور ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہ ہوں تو قومی زندگی بحران سے دوچار ہوتی ہے۔ اور اگر یہ ادارے بحران پیدا کرنے والے فیصلے بھی کریں تو بحران در بحران کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو قومی سطح پر نظام کی خرابی کی علامت ہے۔

یہی حال آج کل ہمارے ملک کا ہے، کہنے کو تو ملک میں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے نام سے ادارے موجود ہیں، لیکن ملکی نظام کے حوالے سے یہ ادارے اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی کے حوالے سے انتہائی ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، یہ ادارے سوائے بحران پیدا کرنے، سامراجی مقاصد کو آگے بڑھانے، اور قوم و ملک میں بسنے والے کروڑوں انسانوں کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کو مزید پیچیدہ بنانے، نیز علاقائی ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات پر مبنی امور میں رخنہ ڈالنے کے علاوہ شاید ہی کوئی مفید کام کر رہے ہوں۔ ان اداروں میں ایسے عناصر نے تسلط حاصل کر لیا ہے، جو اپنے فیصلوں سے بحران پیدا کرنے کی اہلیت کے علاوہ شاید ہی کوئی مفید کام سرانجام دے رہے ہوں۔

''مقننہ'' کا بنیادی کام سماج میں موجود بنیادی انسانی تقاضوں کو سمجھ کر صحیح خطوط پر قانون سازی کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے پارلیمنٹ میں موجود قومی سطح کی پارٹیوں کے اجتماعی نظام کے ذریعے بنیادی انسانی تقاضوں کو متعین کرنا اور سماجی سطح پر اُبھرنے والی لہروں اور اجتماعی تقاضوں کو سمجھنا ہوتا ہے، اور انہیں پیش نظر رکھ کر ایسی آئینی اور قانونی بنیاد قائم کی جاتی ہے کہ جس پر چل کر قومی مسائل حل ہوں، سماجی تقاضے پورے ہوں، لیکن بڑی بدقسمتی ہے، مقننہ اور اس سے متعلقہ ادارے اور پارٹیاں اس نہج پر سوچنے، اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے میں ناکام ہیں، ملک کے آئینی تقاضوں کا حل پارلیمنٹ کا کام ہے، نہ کہ کسی اور ادارے کا، قانون سازی پارلیمنٹ کے دائرۂ اختیار کی چیز ہے، نہ کسی اور ادارے کے فرائض میں سے ہے۔ لیکن مقننہ کے نام سے جو ادارہ وجود رکھتا ہے، وہ اپنی اس حیثیت کے مطابق کام کرنے سے معذور اور مفلوج بنا دیا گیا ہے۔ اور اس میں خاص طور ان سیاسی جماعتوں کا بڑا دخل ہے، جو نفرت اور باہمی عداوت اور ٹکراؤ کی بنیاد پر کام کرنے کو اپنی شناخت قرار دیتی ہیں، یہ بڑا خطرناک پہلو ہے کہ پارلیمنٹ کو اپنے بنیادی کام سے روکنے کے حربے اختیار کیے جائیں، اور دوسرے اداروں کو اس بات پر اکسایا جائے کہ وہ آئین سازی اور قانون سازی کا کردار ادا کریں، عجیب بات ہے کہ کچھ سیاسی پارٹیاں پارلیمنٹ کا حصہ بھی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہاں پر آئینی اور قانونی مسائل حل کرنے کی بجائے ایک دوسرے ادارے کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہیں، آج حالت یہ ہے کہ مقننہ اپنی قرار واقعی حیثیت کو منوانے کے لازمی بنیادی عنصر سے محروم کر دی گئی ہے، اور قومی سطح پر اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔

اسی طرح ''انتظامیہ'' کی ذمہ داری ہے کہ وہ آئین اور قانون کے مطابق عملدرآمد کرنے، انسانی مسائل کو حل کرنے کے لیے پالیسی وضع کرنے اور ان پر عملدرآمد کے ذریعے انسانی مشکلات کو دور کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے، لیکن اگر ملک کی بیوروکریسی اور حکومت اپنے انتظامی اختیارات کا غلط استعمال کرے، اور طبقاتی اور ذاتی مفادات کے تابع ہو جائے، یا کسی ایک ادارے اور گروہ کی طرف دار بن جائے تو مسائل حل ہونے کی بجائے مزید پیدا ہوں گے۔ آج قومی نقطۂ نگاہ سے ریجنل سطح پر بنیادی انسانی تقاضے کیا ہیں، اور ان کی تکمیل کے لیے حکومت اور انتظامیہ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے، لیکن صحیح فیصلوں سے محرومی، ٹھوس حکمت عملی کی تشکیل سے روگردانی، کام چوری، نالائق قیادت اور نااہل انتظامی افسران کے تسلط سے قومی سطح پر مسائل کے انبار لگ گئے ہیں، یہی نہیں بلکہ علاقائی ممالک کے ساتھ برابری کی سطح پر تعلقات بھی فرسودگی کا شکار ہو گئے ہیں، علاقائی ممالک کے ساتھ تعلقات کا یہ ٹھہراؤ منفی سوچ اور جذبوں کو پروان چڑھاتا ہے، جو ریجنل سطح کے تقاضوں کو پورا کرنے میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے، آج حکومت اور انتظامیہ کی غلط حکمت عملی سے قیادت کا بحران شدت اختیار کرتا جا رہا ہے اور نااہلیت اپنی تمام تر قہرمانی کے ساتھ اپنے اثرات دکھا رہی ہے۔

اسی طرح ''عدلیہ'' کا بنیادی کام ایک طرف تحریری آئین اور قانونی ضابطوں کو سامنے رکھ کر فیصلے کرنا، تو دوسری طرف سماجی تشکیل کے جملہ پہلوؤں کے عملی تقاضوں کو سامنے رکھ کر چیک اینڈ بیلنس کے نظام کو پروان چڑھانا ہوتا ہے، لیکن اگر وہ اپنے فیصلوں میں زمینی حقائق کو نظر انداز کر دے اور منطقی ضابطوں اور قانونی موشگافیوں کو سامنے رکھے، اس کے فیصلے سماجی تقسیم پیدا کرنے کا سبب بن جائیں، تو فیصلوں کا یہ بحران قومی سالمیت اور اس کے علاقائی وجود کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ پچھلے ساٹھ سالوں کی عدالتی تاریخ گواہ ہے کہ زمینی حقائق سے نظریں چرا کر سامراجی حکمت عملیوں کے مطابق ''نظریہ ضرورت'' ایجاد کیا گیا، ہر دور کا نظریۂ ضرورت ایک نئی شکل لیے ہوئے تھا، چنانچہ اس نظریے کے مطابق فیصلوں سے بحران ہی پیدا ہوتے رہے ہیں، اور سامراجی مفادات کے مطابق کیے جانے والے فیصلوں کے قومی سطح پر کوئی اچھے اثرات مرتب نہیں ہوئے، اس سے قوم میں تقسیم در تقسیم کا عمل مزید گہرا ہوا ہے، اور معاشرے کے تانے بانے بکھرے ہیں، قومی وحدت کو نقصان ہوا ہے، سماجی زندگی کے تضادات اُبھرے ہیں، اور یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

اسی طرح ہمارے ملک میں دو اور ایسے ادارے ہیں، جو اپنے آپ کو سماجی تشکیل کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں، ایک میڈیا اور دوسرے مذہب کے نام پر قائم شدہ کچھ ادارے، اب تک کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو ان دونوں اداروں کا کردار قومی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی بجائے سامراجی مقاصد کو پورا کرتا نظر آتا ہے۔ صحافت کا بنیادی کام اطلاعات کی فراہمی، اور سماجی زندگی کے آداب سیکھنے، سکھانے کے عمل کو فروغ دینا ہوتا ہے، لیکن صحافت کے نام پر چند افراد اور گروہوں کا اپنے مخصوص خیالات اور خود ساختہ تصورات کو سوسائٹی کے دیگر اداروں پر مسلط کرنا، اور بجائے اطلاعات کی فراہمی کے اپنے مخصوص خیالات و مفادات کی بنیاد پر خبروں کو پیش کرنا، اور ان میں اپنی خواہشات کی ملاوٹ کرنا یا توڑ مروڑ کر پیش کرنا یا عالمی سامراجی مفادات کی تکمیل کے لیے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرنا، ایسا بڑا جرم ہے کہ قومی سطح پر اسے نظر انداز کر دینے کے بڑے خطرناک نتائج پیدا ہوں گے، اور قومی سطح پر بحران مزید گہرا ہوگا۔

ایسے ہی صحیح مذہبی ادارے وہ کہلاتے ہیں کہ جن کا بنیادی کام دین کی تعلیمات اور علوم نبوت کے حوالے سے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کو حل کرنے والے باشعور افراد تیار کرنا، اور ان کی تعلیم و تربیت کرنا ہوتا ہے، لیکن اگر ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو مذہب کے نام پر تشدد، قتل و غارت گری، محض فتویٰ بازی اور فساد برپا کرنے کا کام کریں، تو یہ مذہب کا انتہائی غلط استعمال ہے۔ کچھ مذہبی رہنماؤں کے ایسے فیصلے بحران کی کیفیت پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں، اہل دین و مذہب کا کام تو بغیر کسی دباؤ، لالچ اور دین کو کسی کی خواہشات سے ہم آہنگ کرنے سے بالاتر ہو کر قرآنی تعلیمات کو واضح کرنا ہے۔ لیکن اگر بعض مذہبی رہنماؤں کے فیصلے ایجنسیاں کریں، وہ ان کی ڈکٹیشن پر مذہب کی تشریح و تعبیر کریں، اور سامراجی مقاصد کے لیے آلۂ کار مذہب کے طور پر پہچانے جائیں، تو اس کے نتائج انسانی زندگی کے لیے تباہ کن حیثیت کے حامل ہوں گے، یہی نہیں بلکہ مذہب کو بدنام کرنے، اور انسانیت کو دین حق سے دور کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

آج ہمیں غور کرنا ہے کہ ہمارے اردگرد میں اداروں کا بحران کیوں ہے، ان کے تضادات گہرے کیوں ہوتے جا رہے ہیں، تمام ادارے اپنے اپنے دائرے میں رہ کر اپنا کردار کیوں نہیں ادا کر رہے اور ملکی نظام کے تمام کل پُرزے قومی سطح پر اپنے اصل کردار سے غافل کیوں ہیں، اور بحران کی کیفیت پیدا کرنے کا سبب کیوں بنے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سسٹم کی خرابی نے اداروں کو اپنے بنیادی فرائض و واجبات کے ادا کرنے سے قاصر کر دیا ہے، یوں نظام کی خرابی ہماری سوسائٹی کا بنیادی روگ بنتی جا رہی ہے۔

آج ہمیں ایک ایسی ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے، جس کے بغیر یہ قومی روگ ختم ہوتا نظر نہیں آتا، قومی زندگی میں ہمہ جہت سماجی تبدیلی ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہے، اس کی آواز سن کر صحیح وقت پر صحیح فیصلے کر لیے جائیں تو یقیناً مایوسی، غفلت اور بے سمتی کے اس ماحول سے نجات مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بحران کی کیفیت سے نکلنے کے لیے اجتماعی سماجی تقاضوں کو درست تناظر میں سمجھنے کی توفیق دے، اور پھر انہیں اجتماعی سطح پر حل کرنے اور اس کے مطابق شعوری جدوجہد کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین (مدیر اعلیٰ)

خطبہ جمعۃ المبارک

قرآنی نقطہ نظر سے سماجی تشکیل کے بنیادی امور

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— بمقام: جامع مسجد خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور (انڈیا)

(حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ تقریباً دو ماہ تک خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں قیام فرما رہے، اس سفر میں آپ کے ہمراہ ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب بھی تھے، خانقاہ کی جامع مسجد میں مؤرخہ 27 نومبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک کو نمازِ جمعہ سے قبل مفتی صاحب نے درج ذیل خطاب ارشاد فرمایا، جسے مولانا محمد نسیم الدین میواتی نے ریکارڈ کیا، اور مولانا محمد جمیل نے آڈیو کیسٹ سے نقل کر کے قلمبند کیا ہے)

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الكريم، امّا بعد: قال الله تبارک وتعالیٰ: اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ قال النبی صلی الله علیه وسلم: کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء، کلما هلک نبی فخلفه نبی آخر، الا لانبی بعدی سیکونون بعدی خلفاء فیکثرون. او کما قال النبی صلی الله علیه وسلم. صدق الله و صدق رسوله النبی الکریم

معزز دوستو! ہم یہاں پر بزرگوں کی نسبت سے جمع ہوئے ہیں، پاک و ہند کی عظیم خانقاہ، خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی محفل اور خدمت میں ہم حاضر ہیں، اولیاء اللہ کی صحبت میں آنے سے دراصل ایک مسلمان کے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے، اور اعمال کا بنیادی رُخ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کس نظریہ کے مطابق بسر کرنی چاہیے۔ دنیا کی ہر قوم اپنے اعلیٰ افکار و نظریات کی بنیاد پر ترقی کرتی ہے اور پھر ان افکار و نظریات کی روشنی میں اپنا سیاسی، معاشی اور سماجی نظائم قائم کرتی ہے، دنیا کی ہر مہذب قوم کسی نہ کسی (سکول آف تھاٹ) اور فکر و فلسفہ سے تعلق رکھتی ہے اور پھر اسی بنیاد پر اپنے معاشرے کی شیرازہ بندی کرتی ہے۔ جو معاشرے غور و فکر کر کے اپنے لیے درست نظریہ اختیار کرلیں اور اس نظریئے پر اپنی عملی نظام کی تشکیل کرلیں وہ قومیں دنیا میں ترقی کرتی ہیں۔ نظریات میں انتشار، فکر و عمل میں جھول اور نظریہ میں اشتباہ کا پیدا ہونا معاشروں کے لیے زہر قاتل ہوتا ہے، جب معاشرے میں رہنے والے لوگ کسی ایک فکر پر متفق ہوتے ہیں تو معاشرے کی صورت گری اسی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے، لیکن اگر فکر اور نظریئے کے اندر وحدت نہ ہو اور بہت زیادہ انتشار پایا جاتا ہو تو وہ معاشرے ترقی نہیں کرتے۔

ہم یہاں پر بزرگوں کی نسبت سے جمع ہوئے ہیں، پاک و ہند کی عظیم خانقاہ، خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی محفل اور خدمت میں ہم حاضر ہیں، اولیاء اللہ کی صحبت میں آنے سے دراصل ایک مسلمان کے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے، اور اعمال کا بنیادی رُخ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کس نظریہ کے مطابق بسر کرنی چاہیے۔

آپ دیکھیں کہ جب آپ دنیا میں کوئی بھی کام کرتے ہیں، دکانداری، کاشت کاری یا زندگی کا کوئی شغل اختیار کریں تو آپ کو یکسو ہونا پڑتا ہے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی عملی زندگی میں ایسا کریں کہ کچھ دن ایک کام کریں اور وہ ابھی مکمل نہیں ہوا تو دوسرا شروع کردیا، پھر اس کو نامکمل چھوڑ کر تیسرا شروع کردیا تو گویا کہ آپ کا ذہن آپ کے کام کی طرف یکسو نہیں ہے، تو آپ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے، اس لیے معاشرتی تشکیل کے لیے ایک نظریہ و فکر کا متعین کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا نظریہ کیا ہونا چاہیے، اس کی سوچ کیا ہونی چاہیے، وہ اپنے معاشرے کو ترقی دینے اور اپنے آپ کو کامیاب بنانے کے لیے اس پر کونسی ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں، آج مسلمانوں کی رہبری اور رہنمائی کے لیے بہت سارے رہنماء، لیڈر، دانشور اور مفتی اپنے اپنے تخیلات کے مطابق مسلمانوں کے امراض کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اور ان کو حل کرنے کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور فکر بھی پیش کرتے ہیں، یونیورسٹیوں میں موجود دانشور اور مساجد میں خطبہ دینے والے علماء اور قومی لیڈر بیانات جاری کرتے ہیں، ہر ایک لیڈر ایک نئی بات کہتا ہے، ہر ایک عالم ایک نئی سوچ بیان کرتا ہے، ہر ایک دانشور ایک نئی فکر بیان کرتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ہم اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں کہ بہت سارے افکار، نظریات، فرقے اور گروہ معاشرے میں پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں بسنے والے مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جتنی پارٹیاں، گروہ، افکار اور نظریات ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمان معاشروں میں ایک انتشار کی کیفیت پائی جاتی ہے، فرقہ وارانہ سوچ، تنگ نظری، جمود اور خودساختہ تصورات معاشروں پر چھائے ہوئے ہیں، یہ حالت کسی جماعت اور قوم کے لیے اچھی اور عمدہ حالت نہیں ہے، بلکہ زوال اور پستی کی حالت ہے۔

اب سوال یہ کہ مسلمان کا نظریہ اور اس کی سوچ کیا ہے، تو آج جتنے لیڈر اور رہنماء نظریات بیان کرتے ہیں، ان کو ایک طرف رکھ کر حضورؐ کی سیرت اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمان کا نظریہ کیا ہونا چاہیے، اور ایمان کا کیا مطلب ہے، آج ایمان کی تشریح ایک جماعت اور انداز میں کرتی ہے اور دوسری جماعت دوسرے انداز میں کرتی ہے۔ ایسے میں حضورؐ کی بیان کردہ تشریح کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، چنانچہ آپؐ نے ایمان کی حقیقت کی نشاندہی فرمائی ہے، حضرت عمارؓ بن یاسر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: **ثلاث من جمعهن فقد جمع الایمان: الانصاف من نفسک، بذل السلام للعالم، الانفاق من الاقتار** ”تین باتیں ایسی ہیں، جس مسلمان نے یہ تین باتیں اپنے اندر پیدا کرلیں تو اس نے اپنے اندر کامل ایمان جمع کرلیا، اور پھر ان تین باتوں کی اساس پر اسے اپنی عملی زندگی کی تشکیل کرنی چاہیے۔

پہلی بات ایمانی تقاضے کے حوالے سے حضورؐ نے جس کی نشاندہی فرمائی، وہ یہ کہ مسلمان کے نفس کے ہر ہر پہلو سے عدل و انصاف ظاہر ہوتا ہو، یعنی بغیر تفریق رنگ، نسل، مذہب کے تمام انسانیت کے لیے عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کا نظریہ ہونا ضروری ہے، یہ وہی بات ہے، جس کو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا (پارہ نمبر ۲۷، سورۃ الحدید کا تیسرا رکوع) کہ ہم نے دنیا میں رسولوں کو کتابیں دے کر اس لیے مبعوث کیا تاکہ پوری انسانیت عدل و انصاف پر قائم ہوجائے۔ دنیا میں انبیاء عدل و انصاف کے نظریہ پر تشریف لاتے ہیں، اور اسی کے لیے جدوجہد فرماتے ہیں، تو ایک مسلمان وہ ہے، جس کی سوچ یہی ہو کہ وہ عدل و انصاف کے قیام کی جدوجہد اور کوشش کرے گا، عدل کے مقابلے میں ظلم کا نظریہ قبول کرنا یا ظلم کی حمایت کرنا یا کسی انسان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا، قرآن حکیم کی روشنی میں ظلم ہے، ایسے ہی کسی دوسرے ملک کو یرغمال بنا کر ان پر غلامی مسلط کردینا، اس ملک کی منڈیوں اور اس کی مارکیٹ پر غلبہ حاصل کرلینا، اس کے وسائل پر قبضہ کرلینا، قرآن کی نظر میں طاغوتی عمل ہے، ہر وہ مسلمان جس کا ایمان مکمل ہے وہ اس ظلم کو قبول نہیں کرے گا۔

قرآن حکیم میں فرمایا کہ: **اعدلوا هو اقرب للتقویٰ** کہ عدل کرو، کیوں کہ یہ تقویٰ کے قریب ترین ہے، اولیاء اللہ کی ساری محنت انسان کو متقی بنانے کے لیے ہوتی ہے اور قرآن نے کہا کہ متقی اور پرہیزگار بننے کے لیے سب سے قریب ترین چیز عدل و انصاف کا قیام ہے۔ قرآن میں ہی دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ: ”کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم عدل کو ترک کردو“۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان جماعت کو یہ ہدایت کی کہ مکہ کے ظالم لوگوں کی گزشتہ غلطیوں کی وجہ سے عدل

www.rahimia.org

وانصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا تو گویا کہ مسلمان ہونے کے لیے پہلی بنیادی چیز عدل وانصاف کا نظریہ رکھنا ہے۔ نظریہ عدل کا مطلب یہ ہے کہ دنیا بھر میں جہاں بھی ظلم ہو، ظلم کرنے والا خواہ اپنا باپ، ہم مذہب اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اس کا ہاتھ روکنا، اس کے خلاف مزاحمت کرنا ضروری ہے۔

دوسری بات جو ایمان کے حوالے سے ایک مسلمان میں ضروری ہے، وہ یہ کہ: **بذل السلام للعالم** عالم انسانیت کے لیے امن وسلامتی کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، یعنی امن وسلامتی کا نظام صرف مسلمانوں کے لیے یا اپنے رشتہ داروں کے لیے ہی نہ ہو، بلکہ امن وسلامتی پوری انسانیت کے لیے ضروری ہے، گویا کہ مسلمانوں کا سیاسی نظام دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔ اور یہ امن وسلامتی فرقہ واریت کے نظریہ پر نہیں بلکہ پورے جہاں اور پوری انسانیت کے لیے ضروی ہے، امن وسلامتی کے مقابلے میں خوف ہوتا ہے، یعنی انسان کی جان، مال اور عزت کے برباد ہونے کا خوف پیدا کرنا یہ ایمان کے منافی عمل ہے، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسری بات جو ایمان کے حوالے سے ایک مسلمان کے لیے آپؐ نے ضروری قرار دی، وہ یہ کہ **الانفاق من الاقتار** یعنی فقر وغربت کے باوجود انسانیت کے مفاد کے لیے خرچ کرنا، معاشی وسائل کم ہونے کے باوجود ان کو مل جل کر اجتماعی نقطۂ نظر سے استعمال کرنا، یعنی معاشرے کے کمزور، غریب اور بے سہارا خواہ کسی عقیدے اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، ان کی غربت کو ختم کرنا اور ان کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر وسائل کم ہیں تو ان میں اضافہ کرنے کی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے، اور پھر ان وسائل کی تقسیم درست انداز میں کی جائے، تو گویا کہ غربت فرقہ وارانہ نہیں ہوتی بلکہ غربت وافلاس جہاں بھی ہو، اس کو ختم کرنے کی جدوجہد کی جائے، بلکہ قرآن نے تو یہاں تک کہا کہ: مُطْمَئِنَّةً يَّأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (۱۶:۱۱۲) یعنی مسلمان جماعت ایسا معاشی نظام قائم کرتی ہے کہ ہر طرف سے رزق کی فراوانی ہوتی ہے اور اس کا فائدہ ہر انسان تک پہنچتا ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا: **کاد الفقر ان یکون کفرا** کہ کسی معاشرے میں غربت کا ہونا انسان کو کفر تک لے جاتا ہے، اس لیے جہاں اسلام کو غالب کرنا ہے، وہاں معاشی نظام درست کرنا ضروری ہے، ہر ایسا نظام جو غربت پیدا کرے اور غربت کو مقدر بنا کر پیش کرے، ایسے نظام کو ختم کرنا مسلمان جماعت کے لیے ضروی ہے۔

اب ان تین باتوں میں سے ایک کا تعلق نظریہ اور فکر کے ساتھ ہے کہ مسلمان کا نظریہ عدل و انصاف کا ہو اور دوسری بات کا تعلق ملکی اور قومی سیاست کے ساتھ ہے کہ سیاسی عمل امن اور جان، مال، عزت آبرو کے تحفظ کے لیے ہو، سیاسی ادارے امن وتحفظ پیدا کریں، اور تیسری بات کا تعلق معاشی نظام کے ساتھ ہے کہ معاشی کفالت کا ایسا نظام قائم ہو کہ معاشرے میں کوئی فرد بھوکا نہ ہو۔ انسانی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں، تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ معاشرے ان تین باتوں کی اساس پر تشکیل پاتے ہیں کہ ایک نظریہ سب سے پہلے ہوتا ہے اور پھر اس نظریہ پر سیاسی اور معاشی نظام کی تشکیل ہوتی ہے، تو حضورؐ نے ایک مسلمان کے لیے جو ایمانی تقاضہ بیان فرمایا کہ وہ یہ کہ اس کا نظریہ تمام انسانیت کے لیے عدل وانصاف قائم کرنے کا، اس کی سیاست تمام لوگوں کے لیے امن وسلامتی کی، اور اس کا معاشی نظام تمام انسانوں کی غربت ختم کر کے معاشی خوشحالی پیدا کرنے کا ہونا چاہیے۔

اب اگر ہم دنیا بھر کے تمام مسلم ممالک پر نظر ڈالیں اور ان کا تجزیہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ممالک نے ظلم کو اپنا مقدر مان لیا ہے اور ان کا نظریہ یہ بن گیا کہ ظلم، غربت اور افلاس تو ہمارا مقدر ہے، ہم تو اس کو ختم نہیں کر سکتے، آج مسلمان معاشروں میں بدامنی کے ساتھ صلح کر لی گئی ہے، آج مسلمان دنیا میں دہشت اور تشدد کی علامت بن چکا ہے۔ آج مسلمان معاشروں میں خوف کی حالت غالب ہے، کیوں کہ ہم نے بدامنی اور خوف کے نظام کو قبول کرلیا ہے، ہمارے تمام رہنما اور دانشور دہشت گردی کے خلاف تقریریں تو بہت کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر اس نظام کو ختم کرنے کی کوئی جدوجہد نہیں کرتے، اسی طرح تمام مسلمان معاشروں نے بطور نظریہ کے اس بات کو قبول کرلیا ہے کہ ہم نے غریب رہنا ہے، غربت ہمارا مقدر ہے، اللہ نے فیصلہ کرلیا ہے کہ امیر نے امیر رہنا ہے اور غریب نے غریب رہنا ہے، تو ہمیں کیا ضرورت ہے اس حالت سے نکلنے کی، آپ دیکھیں کہ اگر غربت مقدر میں ہوتی تو حضرت عمرؓ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر ایک کتا بھی دریائے فرات کے کنارے پیاس سے مرگیا تو اس کی پوچھ عمر سے ہوگی، اس کا مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کی روشنی میں غربت کا تعلق ہمارے مقدر سے نہیں بلکہ اس نظام سے ہے، جس نے معاشرے میں غربت پیدا کی ہے، یہ نظریہ تو مکہ کے مشرکین کا تھا، قرآن حکیم نے سورۂ یٰسین میں ارشاد فرمایا کہ: ''جب ان مشرکین مکہ کو کہا جاتا ہے کہ ان غریب لوگوں کو کھانا کھلاؤ، ان پر خرچ کرو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں جن کو اللہ نے بھوکا رکھا ہے''۔ یعنی اللہ نے جن کے مقدر میں بھوک لکھی ہے، ان کو ہم کھانا کھلائیں، ان کی بات اتنی غلط تھی کہ قرآن نے فرمایا کہ: ''تم واضح گمراہی میں ہو''۔ یہ جو غلط سوچ اور فکر ہمیں دے دی گئی ہے، درحقیقت ہمارے معاشروں میں بڑی خرابی پیدا کردی گئی ہے۔ حالانکہ مسلمان کو تو ان تین ایمانی تقاضوں کی روشنی میں دنیا کے نظام کو پوری انسانیت کے لیے درست کرنا ہے۔

> **حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے لیے جو ایمانی تقاضہ بیان فرمایا کہ وہ یہ کہ اس کا نظریہ تمام انسانیت کے لیے عدل و انصاف قائم کرنے کا، اس کی سیاست تمام لوگوں کے لیے امن و سلامتی کی، اور اس کا معاشی نظام تمام انسانوں کی غربت ختم کر کے معاشی خوشحالی پیدا کرنے کا ہونا چاہیے۔**

پھر دنیا میں کسی بات کا نتیجہ اس وقت تک نہیں نکلتا، جب تک اُس نظریے کا نظام قائم نہ کیا جائے اور اگر اس کا مزاحمتی نظام موجود ہو تو اس کو توڑنا ضروری ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں سرمایہ داری کا نظریہ غالب ہے اور یہ نظریہ تقریباً دوسو سال سے انگریز سامراج کے آنے کے بعد سے لے کر آج تک قائم ہے، اس کے نتیجے میں آج ہمارے نظریات، رویّے اور اخلاق خراب ہیں، ہم اگرچہ **1947**ء میں بظاہر آزاد ہوئے لیکن اپنے نظریات اور رویوں کی خرابی کی وجہ سے مسلسل زوال کا شکار ہیں، آج ہمارے اندر ایک تو نظریہ کی کمزوری ہے، اور پھر صحیح نظریے پر تربیت اور جدوجہد نہیں ہے، اس لیے خرابی پیدا ہو رہی ہے، یہ بہت بڑی غفلت ہے۔

اولیاء اللہ دراصل ان تین باتوں کی اساس پر مسلمان جماعت کی تربیت کرتے ہیں، خاص طور پر رائے پور کی خانقاہ تقریباً پچھلے سوا سو سال سے یہی کام کررہی ہے، دنیا بھر میں جہاں بھی اس کا نام آئے گا تو لوگوں کی گردنیں اس کی عظمت کے سامنے جھک جاتی ہیں، کیوں کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ، یہ وہ شخصیات ہیں جو شریعت، طریقت اور سیاست کی جامع ہیں، یعنی عدل، امن اور معاشی خوشحالی کی اساس پر لوگوں کی ذہن سازی کرتی ہیں اور اس کے لیے اپنا کردار ادا کرتی ہیں اور پھر ہم جن بزرگوں کی نسبت سے یہاں جمع ہیں تو حضورؐ کی اس حدیث کی روشنی میں ہمارا نظریہ درست ہونا چاہیے، یعنی امن اور معاشی خوشحالی کا نظریہ ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر ظلم کا نظریہ ہے، خوف کے لیے کردار ادا کرنے اور غربت کو مقدر بنانے اور اس کو قبول کرنے کا نظریہ ہو تو ایسے افراد کا بزرگوں سے محض ایک رسمی تعلق ہوگا۔

آج بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں مسلمان کا نظریہ اور سوچ درست ہو، عمل کرنے کا طریقہ صحیح ہو، اس حدیث پر عمل کرنے کا ارادہ اور عزم بنائیں، یہی وہ بنیادی پیغام ہے جو حضرت اقدس مدظلہ اپنے متعلقین کو دیتے ہیں، خاص طور پر وہ نوجوان نسل، جس نے مستقبل میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے، ان میں دینی عقل وشعور پیدا کرنا چاہتے ہیں، اگر ہم ان تین باتوں کی اساس پر عملی جدوجہد کریں گے تو نہ صرف دنیا جنت بن جائے گی، بلکہ آخرت میں بھی جنت نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ راولپنڈی اور سرگودھا

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

مؤرخہ 15 دسمبر 2009ء کو حضرت اقدس رائے پوری اور ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ راولپنڈی تشریف لے گئے، اور اسی دن شام کو جناب جاوید حمید صاحب کے مکان پر راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے احباب اور خانقاہ کے متعلقین نے حضرت اقدس کی معیت میں مجلس ذکر میں شرکت کی، اور اس کے بعد ایک نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی، اس پروگرام میں حضرت اقدس کے سفرِ ہندوستان کے حوالے سے احباب نے مفتی عبدالخالق آزاد صاحب سے سوالات کیے اور انہوں نے تفصیلی جوابات دیئے، اس کے بعد کچھ احباب نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی دعا سے یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

مؤرخہ 16 دسمبر کو حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ واہ کینٹ تشریف لے گئے، جہاں جناب محمد شفیق صاحب کی تقریبِ نکاح میں شرکت کی، اس کے بعد جناب سید خالد ریاض بخاری کے مکان پر مجلس ذکر ہوئی، جس میں گردونواح کے تمام احباب نے شرکت کی، اس موقع پر مولانا مختار حسن صاحب بھی تشریف لائے، مجلس ذکر کے بعد احباب نے مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور مولانا مختار حسن صاحب سے استفادہ کیا، حضرت کی دعا سے اس مجلس کا اختتام ہوا۔ اور پھر رات ہی کو حضرت اقدس قاضی محمد یوسف صاحب کی معیت میں حسن ابدال تشریف لے آئے۔

اگلے دن مؤرخہ 17 دسمبر صبح سے ہی قاضی محمد یوسف صاحب کے مدرسہ ''جامعہ خاتم النبوۃ'' حسن ابدال میں حضرت اقدس مدظلہ العالی قیام فرما رہے، حضرت کی حسن ابدال آمد پر مانسہرہ، ایبٹ آباد، حضرو اور اَٹک کے احباب بھی ملاقات کے لیے تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ دن بھر گردونواح کے احباب نے آپ سے ملاقاتیں کیں اور شام کو مجلس ذکر میں شرکت کی، اور اس کے بعد کئی احباب نے بیعت کی، مجلس ذکر کے بعد ذکر اللہ کی اہمیت کے موضوع پر مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے گفتگو کی، حضرت کی دعاء سے مجلس اختتام پذیر ہوئی اور پھر حضرت اقدس مدظلہ عشاء کے بعد واہ کینٹ تشریف لے آئے اور محمد شفیق صاحب کے ولیمے میں شرکت کے بعد رات گئے راولپنڈی تشریف لے آئے۔

مؤرخہ 18 دسمبر بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس نے ''جامعہ دارالقرآن محمدی مسجد'' اسلام آباد میں نماز جمعۃ المبارک اداء کی، نماز جمعہ سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب کیا، اس موقع پر اسلام آباد اور گردونواح کے تمام احباب نے بھرپور شرکت کی، اور نماز جمعہ کے بعد سب احباب نے حضرت سے ملاقات کی، اس موقع پر کشمیر اور مری کے احباب بھی تشریف لائے اور مولانا فاروق حسین صابر صاحب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں اپنی تازہ نظم حاضرین کے سامنے پیش کی، جسے انہوں نے بہت پسند کیا، شام کو عصر کی نماز کے بعد جناب جاوید حمید صاحب کے مکان پر خواتین کے لیے درسِ قرآنِ حکیم کی افتتاحی تقریب میں حضرت نے شرکت کی، اس مجلس میں قرآن حکیم کی عظمت واہمیت پر جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے تقریر کی، اور مولانا تاج افسر صاحب جو یہاں درسِ قرآن دیتے ہیں، نے اختتامی کلمات کہے اور حضرت اقدس کی دعا سے یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی، اس کے بعد احباب نے مجلس ذکر میں شرکت کی۔

مؤرخہ 18 دسمبر کو راولپنڈی سے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سرگودھا تشریف لائے، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب بھی ''بھیرہ انٹرچینج'' پر حضرت کے قافلے میں شامل ہوگئے، سرگودھا آتے ہوئے راستے میں مولانا قاری محمد عثمان صاحب نے اپنے گاؤں ''عتبان سید پور'' میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا، تھوڑی دیر وہاں قیام فرمایا، اور کھانا تناول کیا، اس کے بعد مولانا جاوید احمد صاحب نے اپنے گاؤں ''چک رمداس'' میں چائے وغیرہ کا اہتمام کیا ہوا تھا، وہاں تشریف لے گئے، ان کے برادران اور والد گرامی حضرت اقدس سے بیعت ہوئے، اس کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے بھتیجے مولانا عبدالجلیل صاحب کی تعزیت کے لیے ''ڈھڈیاں'' تشریف لے گئے، جن کا انتقال 21 نومبر 2009ء، بروز ہفتہ کو حضرت اقدس مدظلہ العالی کے رائے پور (انڈیا) میں قیام کے دوران ہوگیا تھا، ظہر کی نماز ''ڈھڈیاں'' میں مسجد میں اداء کی، اس کے بعد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے مزار پر حاضری دی اور کافی دیر حضرت اقدس وہاں مراقب رہے اور بعد ازاں مولانا سعید احمد صاحب (صاحبزادہ مولانا عبدالجلیل صاحب) اور قاری محمد مظفر صاحب (صاحبزادہ مولانا عبدالوحید صاحب) سے حضرت اقدس مدظلہ العالی نے تعزیت کی، اور کچھ دیر وہاں قیام فرمایا، اور پھر عصر کی نماز سرگودھا آکر ادا کی۔

حضرت اقدس رائے پوری کے دورۂ ہندوستان کے دوران حضرت کی چھوٹی ہمشیرہ مؤرخہ 22 نومبر 2009ء کو سرگودھا میں وفات پا گئیں تھیں، حضرت اقدس کے سرگودھا پہنچنے پر دوسری ہمشیرگان اور برادران نے آپ سے تعزیت کی، اور حضرت نے بھی تمام اہل خاندان کو یہ صدمہ صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرنے کی تلقین کی اور تمام کے لیے دعاء فرمائی، پھر 24 دسمبر تک حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سرگودھا میں ہی قیام فرما رہے، اس دوران تمام عزیز واقارب اور دیگر ملنے والے احباب حضرت اقدس سے ملاقات اور تعزیت کے لیے آتے رہے، نیز حضرت کے چھوٹے بھائی راؤ حبیب احمد صاحب کے مکان 22 بلاک میں خواتین کے لیے درسِ قرآن حکیم کا اہتمام بھی کیا گیا، جس میں مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے درسِ قرآن حکیم دیا، خواتین کے اصرار پر دو دن بعد پھر درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا، جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے درس دیا اور حضرت اقدس مدظلہ العالی مرحومہ ہمشیرہ کے لیے ایصال ثواب کیا اور دعا فرمائی۔ سرگودھا کے اس قیام میں مختلف شعبوں سے وابستہ ڈاکٹرز، پروفیسرز اور علماء وطلباء کے حوالے سے دینی پروگرام ہوتے رہے، جس میں کثیر تعداد میں ان حضرات نے شرکت کی۔ 24 دسمبر کی صبح کو سرگودھا سے لاہور واپس تشریف آوری ہوئی۔

اس سال صدر ادارہ رحیمیہ نے سفرِ حج کی سعادت حاصل کی

صدر ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن زید مجدہم مؤرخہ 16 نومبر 2009ء کو اس سال سفرِ حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے تھے، اور مؤرخہ یکم جنوری 2010ء کو بخیریت وعافیت واپس تشریف لے آئے، انہوں نے وہاں تمام احباب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں ایک **نظم**

میرے مرشد ہیں مالی، گلشنِ عرفان و حکمت کے — جنہیں ایسے ملے رہبر، سکندر ہیں وہ قسمت کے
بزرگوں کی معیت میں ہوئی ہے، تربیت اُن کی — نظر آتے ہیں قول و فعل میں آثار صحبت کے
اکابر سب عقیدت سے چلے آتے تھے رائے پور — بہت ہیں سلسلے اونچے، مرے حضرت کی نسبت کے
کیا ہے اعتماد اُن پر، ہمیشہ ہی بزرگوں نے — اسی خاطر ہوئے پھر فیصلے اُن کی خلافت کے
جسے اُن کی مِلی مجلس، بُھلا بیٹھا وہ گھر اپنا — مناظر مل گئے اس کو یہاں، گھر کی محبت کے
طلب لے کر جو آیا یاں، بلندی مل گئی اس کو — زمانے نے کیے ہیں تذکرے پھر اُس کی عظمت کے
تصوف اور طریقت کی حقیقت بھی بتائی ہے — شریعت بھی پڑھائیں وہ، سکھائیں گُر سیاست کے
ولی اللہی فکر و فلسفہ کے، اب وہ وارث ہیں — تقاضے کردیے پورے، اکابر کی نیابت کے
جو شیخ الہندؒ نے دیکھا تھا، خواب اُن کا ہوا پورا — علی گڑھ کے دیوبند سے مراسم ہیں مروّت کے
ہمیشہ نوجوانوں کو وہ سچی بات سمجھائیں — وہ جوہر سے شناسا ہیں، جوانوں کی شجاعت کے
کرو جہدِ مسلسل کہ نظام ظلم مِٹ جائے — بتائیں حضرت اقدس، تقاضے یہ قیادت کے
جماعت کے بِنا کیسے نظام ظلم ٹوٹے گا؟ — گرادو شخصیت کے بت، سبق ہیں ان کی صحبت کے
شعور و آگہی سے پھر نظام ظلم مٹاؤ تم — شبانہ روز ہیں صابرؔ، یہی فرمان حضرت کے

نتیجہ فکر: مولانا فاروق حسین صابرؔ، از راولاکوٹ، آزاد کشمیر

www.rahimia.org

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی   شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال نمبر 1: ۱۰/ذی الحجہ کے بعد قربانی کتنے دن تک کی جاسکتی ہے؟۔ صابر ضمیر صدیقی، چکوال

جواب: قربانی تین دنوں میں کی جاسکتی ہے، پہلا دن عیدالاضحیٰ کا ہے اور دو دن اس کے بعد۔

سوال نمبر 2: نکاح میں عام طور پر مہر دو طرح کا مقرر کیا جاتا ہے، معجّل: جو فوری ادا کیا جاتا ہے اور مؤجل (غیر معجّل)، جس کا ادا کرنا فوری طور پر ضروری نہیں ہوتا، قابل دریافت امر یہ ہے کہ مہر غیر معجّل کی ادائیگی کا مطالبہ عورت کی طرف سے کس وقت درست ہوگا، کیا رُخصتی کے بعد عورت ہر وقت مطالبے کا حق رکھتی ہے یا یہ مطالبہ طلاق و وفات تک مؤخر ہوسکے گا؟ انیس احمد، لاہور

جواب: مہر غیر معجّل کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ ادائیگی کا کوئی وقت مقرر کردیا جائے، مثلاً ایک سال بعد یا دو سال بعد وغیرہ، جس کا مطالبہ اس مدت کے بعد کیا جاسکے گا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ مہر غیر معجّل (مؤجل) کا وقت بالکل متعین نہ کیا جائے، اس کا مطالبہ صرف طلاق یا موت کے وقت ہی ہوسکتا ہے اور ہمارے عرف میں مؤجل (غیر معجّل) غیر متعین مدت کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 3: ایک شخص جس کی رہائش کراچی میں اور سروس اسلام آباد میں ہے، اس نے اسلام آباد میں قربانی کے بکرے اس نیت سے خریدے کہ وہ قربانی اسلام آباد میں ہی کرے گا، لیکن اس کے بعد عید کراچی میں قربانی کرنے کا ارادہ بن گیا تو کیا یہ شخص ان بکروں کو اسلام آباد میں فروخت کرکے کراچی میں دوسرے بکرے کی قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟۔ قاری تاج افسر، اسلام آباد

جواب: صاحبِ نصاب، جس پر قربانی واجب ہے، اگر قربانی کے بکرے کو فروخت کرکے اسی جگہ یا کسی دوسرے شہر میں جاکر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے تو جائز ہے، لیکن دوسرے جانور کی قیمت پہلے جانور سے کم نہ ہونی چاہیے، لیکن اگر ایسا شخص جس پر قربانی واجب نہیں اور قربانی کا جانور خرید لیا تو اس کو وہی جانور قربانی کے لیے کرنا ہوگا، تبدیل کرنا درست نہیں۔

(بقیہ خطاب حضرت اقدس) اب سوچنا یہ ہے کہ انگریز نے اگرچہ تعلیم سے نہیں روکا، لیکن ان کے بنائے ہوئے نظامِ تعلیم سے قرآن کا نظریہ اور کلمہ کا مقصد ہمارے سامنے نہیں آتا۔ قرآن حکیم کا نظریہ اور مقصد تو یہ ہے کہ (اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ) اللہ کی عبادت کرو اور دنیا سے ظلم مٹاؤ، مظلوم کو آزادی دلاؤ، قرآن کا حکم ہے کہ غربت ختم کرو، امن قائم کرو، لڑائی کا ماحول ختم کرو، قرآن کا حکم ہے کہ بیوی، بچوں، ماں باپ، بھائی، رشتہ داروں اور اہل محلّہ کے حقوق ادا کرو۔ اس سے آگے بڑھ کر فرمایا کہ پوری انسانیت کے حقوق ادا کرو۔

میرے دوستو! حضورؐ نے جو جماعت تیار فرمائی اس نے ایرانی لوگوں کو آزادی دلائی اور اس کام میں شہید ہوگئے اور روم والوں کو ان کے عیسائی بادشاہوں سے آزادی دلاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہم اس قرآن کو پڑھ کر یتیموں کی طرح رہیں اور ہمارا کوئی نظریہ نہ ہو، اس سے انسانیت کو کوئی فائدہ نہ ملے، ہم صرف اس کو دعا کے لیے رکھ لیں اور تلاوت کرکے الماری میں بند کردیں، قرآن صرف اس لیے تو نہیں نازل ہوا تھا۔ آپ دیکھیں کہ جنگِ خندق میں صحابہ کے پیٹ پر ایک پتھر ہے تو حضورؐ کے پیٹ پر دو پتھر ہیں اور صحابہ کی جماعت اپنے دفاع کے لیے جہاں خندق کھود رہے ہیں تو حضورؐ بھی کدال لے کر خندق کھودنے میں شریک ہیں۔ تو یہ قرآن حکیم جس کو ہم پڑھتے ہیں، جس کا مقصد ہے کہ دنیا سے ظلم مٹے، دنیائے انسانیت آزاد ہو، غربت ختم ہوجائے، امن قائم ہوجائے، اگر یہ ہمارا نظریہ نہیں ہوگا تو دین کیسے غالب ہوسکتا ہے۔

میرے دوستو! قرآن کی تعلیم محض کاروبار یا دنیاوی مفاد کی تعلیم نہیں ہے، اس لیے اس کو پڑھتے ہوئے غلبہ دین کا نظریہ اختیار کرو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب پڑھنا اور پڑھانا دنیا کے لیے ہوگا تو یہ قیامت کی علامت ہے''۔ اگر ہم اس علم کو صرف ذریعۂ معاش بنائیں گے تو درحقیقت ہم قیامت کو قریب لائیں گے۔ میرے عزیز دوستو! آپ اللہ کے راستے میں دین کو سیکھنے کے لیے نکلے ہیں، تمہارا نظریہ صحابہ والا ہونا چاہیے، تمہارا نظریہ ان علمائے حق جیسا ہونا چاہیے جو کہ صحابہ کے مشن پر جدوجہد کرتے رہے ہیں، کثرت کو مت دیکھو، کثرت تو باطل کی ہوتی ہے، قرآن نے کہا کہ: (اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ) ان میں سے اکثر عقل و شعور نہیں رکھتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج سارے مسلم ممالک پر امریکہ سامراج کا غلبہ ہے، ان کا نظام چل رہا ہے، وہاں ان طاقتوں کا نظریہ پھیل رہا ہے، وہ ضرورت کے وقت مذہب کو بھی اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں لیکن دین کا مکمل غلبہ اور اس کا سیاسی نظریہ نہیں چلنے دیتے۔ میرے دوستو! آج اللہ کا شکر ہے کہ آپ اُس خانقاہ سے وابستہ ہیں جس کا نظریہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ والا ہے، آپ دیکھیں کہ اس خانقاہ میں تھانہ بھون اور شاملی کے جہادِ آزادی کا نظریہ موجود ہے۔ اس امانت کی حفاظت کرو! کثرت کی طرف نہ دیکھو!۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے نظریئے اور مشن پر جو جماعت ہوگی وہ سچی ہوگی۔ یہ حضرات اگرچہ کم تھے، لیکن ان کا نظریہ درست تھا۔

آپ دیکھیں کہ حضورؐ نے مدینہ میں کیا حکمت عملی اختیار فرمائی کہ مسلمان کم ہیں، لیکن غیر مسلموں پر غلبہ حاصل کرلیا، اسی طرح مکہ کے مشرکین پر غلبہ حاصل کرلیا۔ آپ غور کریں کہ ہم مسجد میں نماز پڑھتے ہیں روحانی ترقی کے لیے، لیکن اگر مسجد کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ تیس تیس اور چالیس چالیس سال نماز پڑھتے ہوگئے، لیکن اخلاق اب تک درست نہیں، افسوس یہ کہ بازار اور معاشرے کی بداخلاقیاں ہم میں موجود ہیں، لیکن دین کے اخلاق نہیں ہیں۔ گویا کہ جس نماز نے ولی بنانا تھا، اس نماز کے ذریعے سے جو اخلاق ظاہر ہورہے ہیں وہ فاسق فاجر لوگوں والے اخلاق ہیں۔ مسجد کی کوئی جماعت نظر نہیں آتی، جیسے نماز نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح جھوٹ بولنا بھی گناہ کبیرہ ہے، بلکہ یہ حقوق العباد میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میرا حق ہے، میں اپنا حق معاف کرسکتا ہوں لیکن جھوٹ بولنا، تہمت لگانا، کسی کو نقصان پہنچانا، حقوق العباد میں سے ہے، میں اس کو معاف نہیں کرسکتا، پہلے اس سے معافی مانگو پھر میں معاف کروں گا۔ اب جھوٹ سے معاشرے کو کتنا نقصان ہوتا ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: (رأس کلّ خطیئة الکذوب) تمام گناہوں کی جڑ جھوٹ ہے، اس سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے، اس لیے اس کو گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے، اور گناہ کبیرہ کے ختم ہونے سے ہی دنیا جنت بنتی ہے۔ اور ان گناہ کبیرہ کے غالب آجانے سے دنیا جہنم بن جاتی ہے اور ہم تو دنیا کو جنت بنانے کے لیے آئے ہیں۔ حضورؐ جب تشریف لائے تو اس وقت دنیا جہنم تھی، آپ کی اور آپ کی جماعت کی برکت سے جب دین کا نظریہ غالب ہوا تو دنیا جنت بن گئی اور تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی بن گئے، حتیٰ کہ مدینہ میں انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیداد اور مکان اور دکان کا حصہ دار بنادیا۔ اپنے باغات میں حصہ دار بنادیا، قاضی ابو یوسفؒ ہارون الرشید کی حکومت میں عدالت کے چیف جسٹس ہیں اور ہارون الرشید کی اتنی بڑی حکومت ہے کہ سورج اسی سلطنت میں طلوع ہوتا اور اسی سلطنت میں غروب بھی ہوتا ہے اور قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ: ''مَیں عدالت میں فارغ ہوتا ہوں، کوئی مقدمہ نہیں آتا''۔ دنیا ایسے جنت بنتی ہے۔ اس لیے ہمیں سوچنا ہوگا کہ جو تعلیم ہمارے پاس ہے، اگر وہ غالب ہوجائے تو دنیا جنت بن جاتی ہے، اس لیے ہمیں اپنی ذمے داریوں کا احساس کرنا ہوگا اور یہ یاد رکھنا ہوگا کہ ہمارا تعلق ایسی خانقاہ سے ہے جس کی ایک قربانی کی تاریخ ہے، ہمیں بھی اس مشن پر چلنا ہوگا تو یہ اس نعمت کا شکر ہوگا، ورنہ اس نعمت کی ناشکری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور غلبہ دین کی جدوجہد میں قبول فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

غلبۂ دین کی ضرورت واہمیت

خطاب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

بمقام: مدرسہ فیض ہدایت، درخانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور (ہندوستان)

(مؤرخہ 29 اکتوبر 2009ء، بروز جمعرات کو خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں قائم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی کے طلباء عزیز سے ایک نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے طلباء سے گفتگو کرتے ہوئے مشائخ رائے پور اور ان کے قائم کردہ مدرسہ کی بنیادی خصوصیات بیان کیں، اور ان کی اتباع کی تلقین کی، ان کے بعد خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے طلباء کو نصیحت کی، کافی عرصے کے بعد آپ نے خطاب فرمایا، یہ خطاب ذیل میں آڈیو سے نقل اور ترتیب کے بعد قارئین رحیمیہ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔) ضبط وترتیب: مولانا محمد جمیل

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ. صدق الله العظیم

عزیز طلباء! حضور اقدس ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہر مسلمان کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے، مکی دور میں ہم آپ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرمؐ کی محبت آپ کے خاندان میں تھی، اسی طرح مکے کے دوسرے خاندان بھی آپ کی عزت کرتے تھے کہ آپ اچھے اخلاق کے مالک انسان ہیں۔ غریبوں کا خیال کرتے ہیں، سب لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور عظمت ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا: (کلاّ ان الانسان لیطغیٰ) یعنی معاشرے سے ظلم مٹانے اور مظلوم لوگوں کی مدد کرنے کا اور دنیائے انسانیت کو غلامی سے آزادی دلانے کا، جب یہ نظریہ آپؐ نے بیان کیا تو سب سے بڑا دشمن آپ کا اپنا چچا ہوگیا۔ بڑے دشمن قریش بن گئے اور آپ کا مسجد حرام میں داخلہ بند کردیا اور پروگرام کی دعوت دینے میں بڑی رکاوٹیں پیدا کرنے لگے، لوگوں کے سامنے آپؐ سے کوئی مل نہیں سکتا۔ اصل میں یہ بات قابل غور ہے کہ انبیاء اور ان کے صحابہ کرام جس نظریئے پر ہوتے ہیں ان کو اسی طرح کی مخالفتیں پیش آتی ہیں، اسی طرح جو علمائے حق انبیاء کے مشن پر ہوتے ہیں ان کو بھی اس قسم کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ وغیرہ کو کتنی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح آپ اوپر تک چلے جائیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ تک ہمارے اسلاف کو کتنی مشکلات اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کردیا گیا۔

عزیز طلباء! یہ بات سوچنے کی ہے کہ اگر آپ بغیر نظریئے کے علم حاصل کرتے ہیں تو کوئی مخالفت نہیں کرے گا، اگر آپ مروّجہ نظام سے کوئی مخالفت نہیں رکھتے تو بھی آپ کی مخالفت نہیں ہوگی۔ مخالفت اسی وقت ہوگی جب نظریہ درست ہوگا اور اس نظریئے کو وقت کا نظام چلانے والا طبقہ پسند نہیں کرتا ہوگا۔ آپ دیکھیں کہ کتنی جماعتیں ہیں جن کے مدارس، مساجد، مراکز اور خانقاہیں ہیں، لیکن درحقیقت وہ بے روح ہوچکے ہیں، کوئی نظریہ نہیں، کوئی عزت نہیں، کوئی رُعب نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ دیکھیں کہ مسجد جو کہ دین کا بڑا مرکز ہے، اس میں دین کے نظریہ پر مکمل جماعت موجود نہیں ہے۔ حالت یہ کہ مسجد یا تو فرقہ پرستی کا نظریہ دیتی ہے یا صرف عبادات کا نظریہ دیتی ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم قرآن حکیم کی مکمل اور جامع تعلیم کا اظہار مسجد میں نہیں کرسکتے۔ مسجد میں قرآن کے اس پروگرام کی دعوت نہیں دے سکتے۔ آج حالت یہ ہے کہ دین اسلام کے بنیادی نظریئے سے ہٹ کر ہم اپنے اپنے مفادات کی بنیاد پر جماعتیں بنالیتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف سے ایسی حالت میں ہماری مدد کیسے ہو، یہ بات سوچنے کی ہے۔

عزیز طلباء! یاد رکھو! یہ دین غالب ہونے کے لیے آیا ہے، مغلوب ہونے کے لیے نہیں آیا۔ مختلف جماعتیں اپنا اپنا دفتر بناتی ہیں تو وہاں پر اپنے لوگ تیار کرتی ہیں، دوسری جماعت کا فرد نہیں آسکتا، اب ہماری مساجد ہیں، اس کا منشور قرآن پاک ہے اور قرآن پاک کی تعلیم مکمل ہے، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسجد میں دین اسلام کے جامع نظریئے کی مکمل تعلیم نہیں دی جارہی، وہاں جامع نظریہ پر بات بھی نہیں ہوتی، دشمن کتنا غالب ہوگیا اور دشمن نے ہمیں کتنا غافل بنادیا، یہ بات غور طلب ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ زوال کے دور میں جماعتِ حقہ ضرور رہے گی، لیکن وہ محدود ہوجائے گی اور زوال کے دور میں سینکڑوں جماعتیں بن جائیں گی اور سب حق ہونے کا دعویٰ کریں گی، حضورؐ نے فرمایا کہ وہ سب باطل نظریے پر ہوں گی۔ کام کرنے کی ظاہری صورت تو ٹھیک ہوگی کہ مدرسہ بنالیا، خانقاہ بنالی، تبلیغ کرنے چلے گئے، لیکن نظریہ غلبہ دین کا نہیں ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ اس دور میں اس بات کی ضرورت ہوگی کہ غلبہ دین کے نظریہ پر شریعت، طریقت اور سیاست کی تعلیم دی جائے، اور اس جماعت کے حق ہونے کی علامت کیا ہوگی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ماانا علیه واصحابی، کہ جس نظریئے/ راستے پر میں اور میرے صحابہ ہوں گے، اس سچی جماعت کا نظریہ میرے اور صحابہ کے نظریئے کے موافق ہونا چاہیے۔

میرے دوستو! جس وقت دینی مراکز پر دنیادار لوگوں کا غلبہ ہوجائے گا تو اس وقت ان مراکز میں نظریہ نہیں رہے گا۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کو شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ہمارے سامنے فرمایا کہ: ''مولانا! میں جماعت بنانے سے بڑا گھبراتا ہوں، جب کوئی جماعت تیار ہوجاتی ہے اور عوامی رابطہ ہوجاتا ہے تو انگریز اس میں اپنے آدمی داخل کردیتا ہے اور وہ لوگ اس جماعت کو غلبہ دین کے بنیادی نظریے سے ہٹا کر اسے تبدیل کردیتے ہیں۔ انگریز دراصل جماعت کو ختم نہیں کرتا بلکہ وہ جماعتوں سے کام لیتا ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت نے کچھ لوگوں کی نشاندہی بھی کردی کہ وہ آپ کی بڑی خدمت کرتے ہیں، دیگیں بھی پکا کرلاتے ہیں اور مدارس پر بھی ان کا بڑا اثر ہے اور بڑے نیک ہیں اور خانقاہوں سے بھی بڑا تعلق ہے اور ان کی مدد کرتے ہیں لیکن وہ حکومت کے آدمی بھی ہیں، ایک طرف حکومت ان سے کام لے گی کہ فلاں جماعت درست کام کررہی ہے لہٰذا اس کا نظریہ تبدیل کرو''۔

میرے دوستو! حضورؐ اور آپ کی جماعت کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا کیوں کہ بیت اللہ پر غلبہ ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہے، لہٰذا حضورؐ نے اپنی جماعت کی تربیت دارارقم میں بیٹھ کر اور خفیہ ملاقاتیں کر کے فرمائی۔ آپ دیکھو کہ اس نظریۂ غلبۂ دین کے ہوتے ہوئے حضورؐ اور آپ کی پوری جماعت کو تین سال تک قید میں نظر بند رکھا جاتا ہے، اور آج کے دور میں تو قید کی حالت میں کھانا دیا جاتا ہے، دوسری بنیادی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے، لیکن آپ کی قید ایسی تھی کہ کھانا پینا بھی دشمن نے بند کردیا اور پابندی لگادی کہ باہر سے کوئی آدمی کوئی چیز اندر نہ لانے پائے، تو گویا کہ اگر نظریہ درست ہو اور عمل صالح ہو تو نتائج نکلتے ہیں ورنہ نتائج نہیں نکلتے۔ آپ دیکھیں کہ حضورؐ نے تین سو تیرہ آدمی تیار کیے اور آپ نے ان کی برکت سے مدینہ منورہ میں حکومت قائم کرلی اور مسجد نبوی کی شکل میں مرکز قائم کیا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''جب تک ہماری مساجد کا نظریہ مسجد نبوی کے موافق نہیں ہوگا تو اس وقت تک دین غالب نہیں ہوسکتا''۔ اور مسجد نبوی کیا ہے تو آپ دیکھیں کہ حضورؐ اپنی حکومت مسجد نبوی میں بیٹھ کر چلاتے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ تمام حضرات اپنے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی سے ہی حکومت چلاتے رہے۔ تو گویا کہ مسجد سے مکمل دین ملتا ہے، جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں، اور ان دونوں کا نظام مسجد نبوی سے ہوتا تھا۔ عدالت، بیت المال اور تعلیم کا مرکز مسجد نبوی تھی اور دنیا سے ظلم مٹانے کا مرکز مسجد نبوی تھی، آج مسجد کی حالت کیا ہے، ہمارے پاس نظریہ نہ ہونے کی وجہ سے دین مغلوب ہوگیا۔ آپ دیکھیں کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے 5 فیصد لوگ آتے ہیں اور ان کا تعلق بھی غریب طبقے سے ہوتا ہے اور 95 فیصد لوگ مسجد میں آتے ہی نہیں اور جو بڑے سرمایہ دار ہیں وہ تو ایک فیصد بھی مسجد میں نہیں آتے اب آپ ہی بتائیں کہ مسجد کی کیا حیثیت رہ گئی۔ (بقیہ صفحہ نمبر 7)

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔